جمعیت اہلحدیث بلتستان کے ترجمان رسالے التراث میں بھی ''صحابہ کرام واہل بیت عظام کی باہمی محبت'' کے عنوان سے مستند حوالہ جات کے ساتھ مسلسل یہ حقائق نشر ہورہے ہیں کہ صحابہ کرام اور اہل بیت عظام سب کا دین وعقیدہ بالکل ایک تھا، جس پر آج تک اہل سنت والجماعت کاربند ہیں۔ اوران کے آپس میں انتہائی محبت، خلوص اور بھائی چارگی کے علاوہ دوطرفہ رشتہ داریاں بھی قائم تھیں۔ جیسا کہ بلند اخلاقی اقدار اور اسلامی اخوت کا تقاضا ہے۔

ہم ڈنکے کی چوٹ بیان کرتے ہیں کہ کوئی بھی اہل حدیث اپنے قلب وذہن میں رسول اللہ ﷺ کے کسی بھی صحابی یا اہل بیتِ نبوت سے ذرہ بھر بغض وعناد رکھ سکتا ہے نہ ان میں سے کسی کے خلاف لب کشائی کرسکتا ہے۔ مسلک اہل حدیث میں قرآن وسنت کی رو سے ایسی گنجائش نہیں ہے۔ اس حقیقت سے معاشرے کے ہرفرد کی آگاہی ضروری ہے۔ کیونکہ باہمی تعارف کے بغیر اتحاد اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کا حصول ممکن نہیں۔

موبائل کے استعمال میں احتیاط کی ضرورت

دورِجدید کے فتنوں میں سے ایک موبائل فون بھی ہے۔ اگر انسان اس کا استعمال بہتر کرے تو زندگی کی ایک سہولت ہے؛ اس کا غلط استعمال اس کو انتہائی سنگین زحمت بنا سکتا ہے۔

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اگر موبائل کا استعمال ضروری ہو تو بیل نہایت سادہ اختیار کرے، پھر نماز کے دوران بند رکھے؛ تاکہ نمازوں میں خلل نہ آئے۔

موبائل پر کال وصول کرنا ہماری مرضی پر منحصر ہے؛ لیکن ایس ایم ایس ہماری مرضی کے خلاف بھی آدھمکتا ہے اور بچگانہ شرارت سے بھی یہ کہیں سے کہیں پہنچ جاتا ہے۔ حالیہ دنوں کے تلخ تجربات کی روشنی میں اس کے مضر اثرات بہت زیادہ نکھر کر سامنے آئے ہیں۔

اس کا تقاضا یہ ہے کہ جہاں ہم دیگر خطرناک چیزوں کے استعمال میں احتیاط برتتے اور بچوں کی پہنچ سے دور رکھتے ہیں، اسی طرح ہمیں اس آلے کے استعمال میں بھی انتہائی احتیاط اور کم عمروں کی نگہداشت کرنا چاہیے؛ تاکہ سب کی جان ومال اور عزت وآبرو محفوظ رہے اور بدنیت دشمنانِ انسانیت کو پروپیگنڈے پھیلا کر نت نئے فتنے ابھارنے اور امن وامان کو تہ وبالا کرنے کا موقع نہ ملے۔

درسِ قرآن

تراثِ رحمانی در فوائدِ قرآنی

ڈاکٹر اسماعیل امین بتستانی اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد

قال الله تعالى: ﴿ولا تلبسوا الحق بالباطل وتكتموا الحق وأنتم تعلمون۝﴾ [البقرة:٤٢]

''اور حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط نہ کرو اور جانتے ہوئے حق کو مت چھپایا کرو۔''

سابقہ آیات سے ربط اور مختصر تفسیر:

سابقہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے لیے ہوئے عہد کا تذکرہ فرمایا اور آخری شریعت پر ایمان لاتے ہوئے مادہ پرستی سے اجتناب کرنے کا حکم فرمایا۔ زیرِ تفسیر آیت کے بھی مخاطب بنو اسرائیل ہی ہیں اور ان کے ایک عام بڑے جرم اور قبیح خصلت پر ان کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ وہ علم رکھنے کے باوجود حق و باطل کو خلط ملط کر دیا کرتے تھے اور کبھی باطل کو ظاہر کرتے تھے۔ لہٰذا انہیں ان ناپاک عادتوں سے باز آنے کے لیے کہا جارہا ہے۔

﴿ولا تلبسوا الحق بالباطل﴾ (لا تلبسوا) لَبَسَ يَلْبِسُ سے نہی کا صیغہ ہے، اس کا مصدر (اللَّبْس) ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے: ﴿الذين آمنوا ولم يلبسوا إيمانهم بظلم ....﴾ [الأنعام: ٨٢] امام راغبؒ فرماتے ہیں: ''دراصل لبس کے معنی کسی چیز کو چھپانے کے ہیں۔'' لباس اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ وہ جسم کو چھپالیتا ہے، پہننے کے معنی میں اس باب کا الٹ یعنی لَبِس يَلْبَسُ آتا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ويلبسون ثيابا خضرا﴾ [الكهف: ٣١]، ﴿حلية تلبسونها﴾ [النحل: ١٤]

(الحق) حق اصل میں واقعے کے ساتھ مطابقت اور موافقت رکھنے کو کہا جاتا ہے۔ قرآنِ مجید میں لفظ (حق) کئی طرح استعمال ہوا ہے: (١) الحق: اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں سے ہے، یعنی وہ جو حکمت کے تقاضوں کے مطابق اشیاء کو ایجاد کرتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے: ﴿ويعلمون أن الله هو الحق المبين﴾ [النور: ٢٥] ''اور جان لیں گے کہ بے شک اللہ تعالیٰ برحق اور سچ کو سچ کر دکھانے والا ہے۔'' (٢) یقیناً واقع ہونے والی چیز یعنی قیامت ﴿ويستنبئونك أحق هو قل إي وربي إنه لحق﴾ [يونس: ٥٣] ''وہ آپ سے پوچھتے ہیں کیا یہ واقعی سچ ہے؟ (یعنی قیامت) کہیے میرے رب کی قسم سچ ہے۔'' (٣) خالص سچائی پر مشتمل چیز یعنی قرآن۔ ﴿فلما جاءهم الحق

من عندنا قالوا لو لا أوتي مثل ما أوتي موسى ﴾[القصص:٤٨] ''پھر جب ہماری طرف سے ان کے پاس حق (قرآن) آگیا تو انہوں نے کہا: انہیں ویسے معجزات کیوں نہ دیئے گئے جیسے موسیٰ علیہ السلام کو دیئے گئے تھے۔''

(۴) دینِ اسلام: ﴿وقل جآء الحق وزهق الباطل إن الباطل كان زهوقا﴾[الإسراء:٨١] ''اور کہیے کہ حق (اسلام) آ گیا اور باطل (کفر) بھاگ کھڑا ہوا، یقیناً باطل تو برباد ہونے ہی والا تھا۔'' (۵) عدل وانصاف: ﴿يومئذ يوفيهم الله دينهم الحق﴾[النور: ٢٥] ''اس دن اللہ انہیں وہ بدلہ پورا دے گا جس کے وہ مستحق ہیں۔'' (ان کے ساتھ پورا پورا عدل کیا جائے گا) (۶) عقیدہ توحید: ﴿أم يقولون به جنة بل جآءهم بالحق﴾[المؤمنون: ٧٠] ''یا وہ کہتے ہیں کہ اسے جنون ہے؛ بلکہ درحقیقت وہ ان کے پاس سچی بات (توحید) لایا ہے۔'' (۷) بمعنی سچائی: ﴿قوله الحق﴾[الأنعام:٧٣] ''اللہ رب العزت کی بات سچی ہے۔'' (۸) بمعنی مال (قرض): ﴿وليملل الذي عليه الحق﴾[البقرة:٢٨٢] املاء وہ شخص کروائے جس کے ذمہ قرض (مال) ہے۔'' (۹) بمعنی اَولیٰ اور مستحق: ﴿الله ورسوله أحق أن يرضوه﴾[التوبة:٦٢] ''اللہ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ مستحق ہیں کہ ان کو رضامند کریں۔''

(الباطل) ''باطل'' قول وفعل دونوں پر بولا جاتا ہے۔ یہ بھی کئی معانی کے لیے استعمال ہوا ہے:

(۱) حق کی بالمقابل چیز، جس قول وفعل میں ثبات اور پائیداری ثابت نہ ہو اسے ''باطل'' کہا جاتا ہے: ﴿ذلك بأن الله هو الحق وأن ما يدعون من دونه هو الباطل﴾[الحج :٦٢] ''(یہ حقیقت جان لو) کہ اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے اور اس کے سوا جنہیں وہ پکارتے ہیں سب باطل ہیں۔''

اسی سے نابغہ کا یہ قول بھی ہے **(ألا كل شئ ماخلا الله باطل)** ''خبردار اللہ کے علاوہ ہر چیز کو زائل ہونا ہے۔''

(۲) شیطان کا ایک نام ہے کیونکہ اس کی ساری کوششیں رائیگاں ہونے والی ہیں۔

(۳) بہادر کو البطل کہا جاتا ہے کیونکہ وہ اپنے مدمقابل کو ملیامیٹ کر کے چھوڑتا ہے۔

(ولا تلبسوا الحق بالباطل) کی تفسیر میں علمائے سلف سے منقول اقوال درج ذیل ہیں:

۱۔ یہودیت اور عیسائیت کو اسلام کے ساتھ خلط ملط مت کرو؛ کیونکہ اسلام کے ظہور کے بعد یہودیت اور عیسائیت کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

۲۔ جھوٹ کو سچ کے ساتھ مت ملاؤ۔

۳۔ حق کو باطل کے ساتھ مت ملاؤ اور لوگوں کو حضرت محمد ﷺ کے بارے میں حق بات پہنچاؤ۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ اصل تورات اور تحریف شدہ تورات کے مابین خلط ملط مت کرو۔

۵۔ حق سے مراد وہ احکام ہیں، جن پر یہودی عمل کرتے تھے اور باطل سے مراد وہ مسائل ہیں جن کا یہودی لوگ انکار کرتے تھے۔جیسا کہ تورات میں نبی ﷺ کے بارے میں بیان شدہ صفات وغیرہ۔ بلکہ یہودی نبی ﷺ کے بارے میں لوگوں میں مختلف شکوک وشبہات پیدا کرتے ہوئے حق کو باطل کے ساتھ ملاتے تھے اور کہتے تھے محمد ﷺ برحق ہیں، لیکن یہ صرف أمیین یعنی عرب کے رسول ہیں، تمام انسانیت کے لیے رسول نہیں۔[الطبری،القرطبی]

راجح قول یہ ہے کہ مذکورہ اقوال میں کوئی تعارض نہیں۔آیت مبارکہ ان تمام باتوں کو شامل ہے۔ان کے مابین عام اور خاص کی نسبت ہے، یعنی بعض اقوال ایک دوسرے میں شامل ہیں۔

﴿وتکتموا الحق وأنتم تعلمون﴾ اس میں درج ذیل احتمالات پائے جاتے ہیں:

۱۔ سابقہ جملہ (ولا تلبسوا الحق) پر عطف ہو تو یہ فعل مجزوم ہوگا؛ اور اس کے معنی یہ ہوں گے کہ تم حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ اور حق کو مت چھپاؤ۔

۲۔ (وتکتموا الحق وأنتم تعلمون) مستقل جملہ ہے اور یہ خبر کے معنی میں ہے اور (واؤ) کے بعد (أن) پوشیدہ ہونے کی وجہ سے فعل منصوب ہوگا **اور** معنی یہ ہوگا اور تم جانتے ہوئے حق کو چھپاتے ہو۔

۳۔ (وتکتموا الحق) میں (واؤ) معیت کے معنی میں ہونے کا بھی احتمال ہے۔یعنی تم حق کو باطل سے ملانے کے ساتھ حق کو مت چھپاؤ۔

۴۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے اہل کتاب تمہارے پاس (تورات، انجیل میں) میرے آخری رسول ﷺ کے بارے میں علم ومعرفت ہونے کے باوجود اسے نہ چھپاؤ۔

آیت مبارکہ سے مستنبط فوائد:

فائدہ نمبر۱: آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو ان کی بُری عادات سے منع فرمایا۔لیکن یہ حکم عام ہے اور اس حکم میں ان کے علاوہ دوسرے تمام بھی شامل ہیں۔

یہ ایک اہم اصولی قاعدہ ہے: (العبرۃ بعموم اللفظ لا بخصوص السبب) ''نصوصِ شرعیہ کے احکام کا اطلاق لفظ کے عموم سے ہوگا نہ کہ اس کے سبب کے ساتھ خاص۔''

اس لیے آیتِ کریمہ میں ان علمائے سوء کے لیے بھی بڑی تنبیہ اور توبیخ ہے جو اپنے دنیاوی مفادات کو سامنے رکھ کر جاننے کے باوجود حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط کرتے ہیں یا حق کو چھپاتے ہیں۔

فائدہ نمبر۲: اہل علم پر حق اور باطل دونوں کو واضح کرنا انتہائی ضروری ہے اور قرآن وسنت کے مسائل میں شکوک وشبہات پیدا کرنا انتہائی خطرناک فعل ہے: کیونکہ شبہات پیدا کرنے کے بعد پوری طرح زائل بھی کیے جائیں تب بھی اس کا اثر بہت سے لوگوں کے دلوں میں رہتا ہے اور جو کہ لوگوں کو گمراہ کرنے میں شیطان کی راہ ہموار کرسکتا ہے۔

فائدہ نمبر۳: آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب وسنت کے مسائل واضح ہوتے ہیں۔

دین پر چلنے کے اعتبار سے دو ہی منہج ہیں: حق یا باطل، اوران دونوں کے درمیان تیسرا راستہ نہیں ہے؛ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ﴿فماذا بعد الحق إلا الضلال﴾[یونس:۳۲] حق کے بعد ضلالت کے علاوہ اور کیا ہوسکتا ہے؟ ﴿إنا أو إیاکم لعلی هدی أو فی ضلال مبین﴾[سبأ: ۲۴] ''ہم یا تم، یا تو یقیناً ہدایت پر ہیں یا کھلی گمراہی میں!''

فائدہ نمبر۴: حق کو چھپانا حرام ہے۔ حضرت ابوھریرہؓ سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''من سئل عن علم علمه فکتمه ألجمه الله بلجام من نار یوم القیامة''[سنن أبی داؤد ح: ۳۶۵۸] کسی علم کے بارے میں کسی عالم سے پوچھا جائے پھر وہ اُسے چھپا دے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو آگ کی لگام دے گا۔''

علم کے چھپانے کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں:

۱۔ کسی سے دینی مسئلے کے بارے میں زبانی یا تحریری سوال کیا جائے پھر وہ عالم اس علم کو چھپالے اور سائل کا جواب نہ دے۔

۲۔ اگر عالم شخص لوگوں کو کسی حرام کام کا ارتکاب کرتے ہوئے دیکھ لے تو اس پر فرض بنتا ہے کہ لوگوں کو اس کے بارے میں شرعی حکم بتادے۔ وہ اس وقت خاموشی اختیار کرے تو کتمان علم کا مرتکب ٹھہرایا جائے گا؛ کیونکہ لوگ اگرچہ لسانِ قال سے نہیں پوچھ رہے، لیکن لسانِ حال سے تو پوچھ رہے ہیں۔

علماء کرام نے علم چھپانے کی کچھ جائز صورتیں بھی ذکر کی ہیں، جو کہ درج ذیل ہیں:

۱۔ اگر کوئی عالم سمجھ لے کہ وہ لوگوں کو فلاں شرعی مسئلہ بیان کرے تو وہ اسے نہیں سمجھیں گے؛ بلکہ یہ ان کے فتنہ کا سبب بنے گا۔ تو اس وقت اس عالم کو چاہیے کہ وہ مسئلہ لوگوں کو بیان نہ کرے۔ اسی صورت حال کی طرف حضرت علیؓ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے: ''حدثوا الناس بما یعرفون، أتحبون أن یکذب الله ورسوله؟''[بخاری کتاب العلم باب ۴۹ من خص قوما بالعلم ...... ح:۱۲۷عن ابی طفیل ۲۷۲/۱] ''لوگوں کو وہی چیز بیان کیا کرو